OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عبدالستار دلوی کی "علی سردار جعفری، شخص، شاعر اور ادیب": ایک تجزیاتی مطالعہ

An analysis of "Ali Sardar Jafri, Person, Poet and Writer" by Abdul Sattar Dalvi

Afifa Naveed

Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad

Dr. Sadaf Naqvi

Chairperson, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad

Abstract

Abdul Sattar Dalvi enjoys a remarkable position in Urdu language and literature, research and criticism and in translation and linguistics. He devoted all his life to teach in different universities of the world. He is admired due to his intellectual and literary abilities not only in India but in Pakistan also. His literary master piece "*Do Zubanain Do Adab (Urdu Hindi kay Tanazur Main)*" is a part of the syllabus of Ph.D. Urdu in various universities of Pakistan. Progressive movement produced many sincere, able, intellectual and honest literary personalities e.g., poets, fiction and prose writers and critics. A prominent name among them was Ali Sardar Jafri. Abdul Sattar Dalvi was well aware of the status of his multifaceted personality, understanding his position and status he saved various articles, written an him, from the hands of the time. In this research work he has presented the articles of eminent writers on the

personality, poetry and prose of Ali Sardar Jafri as evidence. This research article is an analysis of Abdul Sattar Dalvi's work on Ali Sardar Jafri.

Keywords: Research and Criticism, Linguistics Progressive movement, Multifaceted, Masterpiece, Literary and intellectual personality

تمہید

عبدالستار دلوی کی شخصیت "کثیر الجہات" ہے۔ انہیں جہات میں سے ایک جہت ایمانداری بھی جسے وہ اپنی زندگی میں ہر پہلو سے قائم رکھتے ہیں۔ ادبی دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کے کام اپنے نام سے شائع کروانا معیوب خیال نہیں کرتے اور کبھی کبھی تو پوری پوری کتاب اپنے نام سے شائع کروادیتے ہیں۔ دلوی صاحب کے کام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ جب بھی کسی موضوع پر کتاب ترتیب دیتے ہیں تو کبھی کسی مضمون کو اپنا کہہ کر شائع نہیں کرواتے۔ بعض مضامین اتنے قدیم ہوتے ہیں کہ کوئی بھی اُن کے بارے میں نہیں جانتا۔ عبدالستار دلوی نے "مولانا ابو الکلام آزاد ایک مطالعہ "کتاب ترتیب دی اور بہت پرانے مضامین جو مختلف رسائل اور اخبارات میں چھپے تھے انہوں نے اُن تمام مضامین کو اکٹھا کیا اور ترتیب دی اگر چاہتے تو اپنے نام سے بھی شائع کرواسکتے تھے۔ لیکن آپ نے علمی و ادبی دیانتداری کا مظاہرہ کیا۔ ان مضامین کی جمع آوری ایک مشکل کام تھا۔ اور انسان محنت کے بعد ستائش کی فطری تمنا رکھتا ہے۔ آپ نے "دکنیات" اور لسانیات کی کتابیں مرتب کی ہیں جو مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نصاب کا حصّہ ہیں۔ ان کتابوں کو ترتیب دیتے وقت آپ نے اس بات کا خیال رکھا کہ جو لوگ علمی وادبی اعتبار سے دکنیات میں مہارت رکھتے تھے۔ اُن سے مضامین لکھوائے جو دکنی ادب کا مکمل احاطہ کرتے تھے اور کتابوں کو اسطرح مرتب کیا کہ موضوع کے حوالے سے تشنگی باقی نہ رہے۔ اس طرح یہ ایسا گلدستہ بن جاتا ہے جو اپنے ماحول کو مہکا دیتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف نصابی ضرروتوں کو پورا کیا بلکہ اس کی اہمیت کو بھی سمجھا۔ یہ کام آپ کی قلمی کاوشوں میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

تعارف

"علی سردار جعفری شخص شاعر اور ادیب" پروفیسر عبدالستار دلوی کی ایک مرتبہ کتاب ہے۔ یہ 527 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے۔ علی سردار جعفری ترقی پسند تحریک کے نامور شاعر تھے اور عبدالستار دلوی کے اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اندر کمار گجرال سابق وزیر اعظم ہند لکھتے ہیں:

> "علی سردار جعفری کا انتقال ادبی دنیا کے لیے بہت دردناک سانحہ ہے۔ ہندوستانی تاریخ کے کئی موڑوں پر ان کا تعاون بے پناہ وسیع تھا۔ آزادی کے بعد کچھ نظروں نے ہندی اردو کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی۔ سردار جعفری ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس خلیج کو پاٹ کر دائمی رشتوں کو مضبوط کیا۔ آج اردو کے لیے ماحول میں جو خوشگوار تبدیلی آئی ہے۔ اس میں سردار جعفری کا خاصا دخل ہے۔

عام طور پر جب ترقی پسند مصنّفین کے متعلق بات کی جاتی ہے تو یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ اس تحریک کی دین صرف اردو ادب کو نہیں تھی۔ اس تحریک نے ہر زبان کو نئی سوچ دی تھی۔ اس کا اثر اردو زبان پر تو تھا ہی لیکن ہندی اور دوسری زبانیں ایسی نہیں تھیں جس نے اس سوچ کو نہ اپنایا ہو۔ سردار جعفری نے اپنے آپ کو ساری عمر ایسے مقصد کے ساتھ وابستہ رکھا جو انسان دوستی کو مزید تقویت بخشتے ہیں۔"[1]

کتاب کا ابتدائیہ

عبدالستار دلوی نے اس کتاب کو اس طریقے سے ترتیب دیا ہے کہ علی سردار جعفری کی شخصیت کسی حوالے سے تشنہ نہ رہے۔ کتاب کا آغاز "منور پیر بھائی" کی اپنی بات سے ہوا ہے اور حرفِ اوّل کے عنوان سے پروفیسر عبدالستار دلوی نے اپنی بات کہی ہے۔ انہوں نے علی سردار جعفری کی شخصیت کو تین حوالوں سے دیکھا ہے۔ بحیثیت "شخص"، شاعر"، اور "ادیب" ہر حصّے کا ابتدائیہ عبدالستار دلوی نے خود لکھا اور غرض وغایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد تفصیلی سوانحی خاکہ بھی عبدالستار دلوی نے خود لکھا ہے اور دوسرے محققین کے مقالے اس میں شامل کیے ہیں۔ عبدالستار دلوی نے کتاب کے دوسرے حصّے کا آغاز بھی ابتدائیہ تحریر کر کے کیا ہے اور بحیثیت شاعر اُن پر لکھے جانے والے مضامین کو اس حصّے میں شامل کیا ہے۔ کتاب کے تیسرے حصّہ کا آغاز بھی ابتدائیہ تحریر کرنے سے ہوا ہے۔ اور اس حصّے میں وہ مضامین ہیں جو ان کی ادبی حیثیت پر لکھے گئے ہیں۔

دو نایاب صدا بند تقاریر

کتاب کے آخری حصّہ ضمیمہ جات پر مشتمل ہے اس میں علی سردار جعفری کی دو نایاب صدا بند تقاریر

1۔ فکرِ اقبال (بمقام پونہ)

2۔ اردو شاعری کا انقلابی مزاج (بمقام بمبئی)

آخر میں عبدالستار دلوی نے مقالہ نگاروں کا تعارف بھی پیش کیا ہے تاکہ مقالہ نگاروں کی اپنی ادبی اور سماجی حیثیت جو کہ مسلمہ ہے اس کو پیش کیا جاسکے۔

جمالیات

پروفیسر شکیل الرحمٰن "نئی دنیا کو سلام۔۔۔۔ جمالیاتی جہتیں" میں ان کی طویل تمثیلی نظم جس کے کردار مریم اور جاوید ہیں کے جمالیاتی پہلو کو پیش کرتے ہیں۔ شکیل الرحمٰن اس کو جلال و جمال سے بھرپور تخلیق قرار دیتے ہیں جو جمالیاتی انبساط کا باعث ہے۔ جمالیات کے ساتھ ساتھ وہ اس نظم کو خوبصورت پینٹنگ قرار دیتے ہیں جو اعلیٰ پائے کے مرقع کو خوبصورتی سے ادا کرتی ہے۔ سلیمان اطہر بھی اپنے مقالے میں سردار جعفری کی شاعری کی مختلف جہات کو خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں اور ان کی ترقی پسند تحریک سے وابستگی ان کے نظریات کو شاعری کے جوش وخروش سے پوری ایمانداری سے پیش کرتی ہے اور یہی خوبی انہیں دوسرے شعرا سے ممیّز کرتی ہے۔

پروفیسر عبدالستار دلوی کا مقالہ "ہندوستانی ادب میں تخلیقی لین دین اور سردار جعفری کی شاعری" کتاب کے حسن میں اضافے کا باعث ہے۔ تخلیقی لین دین کی روایتیں اردو ادب میں قدیم ہیں اور فکری اور فنی اعتبار سے ہم آہنگی اور باہمی افہام و تفہیم کے لیے ضروری ہیں۔ اس مقالے میں انہوں نے علی سردار جعفری کے فن پاروں کے تراجم کا ذکر کیا ہے۔ جو دوسری زبانوں میں

ہوئے اور علی سردار نے جو تراجم اردو زبان میں ڈھالے اور وسیع تناظر میں تنگ نظریوں کو وسیع النظری میں تبدیل کیا۔ نفرتوں کی جگہ محبتوں، ترکِ تعلق کی جگہ مضبوط رشتوں کو فروغ دیا اور علی سردار جعفری کی انسانیت بوازی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

نمونہ کلام

کتنے دلکش ہیں میرے ملک کے موسم ان میں
حسن کی بات کریں عشق پر اسرار کریں
نورِ محبوب سے روشن کریں، آنکھوں کے چراغ
پھول کی طرح ذکر لب ور خسار کریں[2]

پروفیسر رحمت یوسف زئی کا مضمون "غزل اور سردار جعفری" کتاب کے دوسرے حصّے میں شامل ہے۔ اگرچہ ترقی پسند شعرا نے غزل کی نسبت نظم کو اہمیت دی مگر غزل کہے بغیر بھی نہ رہ سکے۔ سردار جعفری ترقی پسند تحریک کے آغاز اور انتہا تک اسکے نظریات کے شدید حامی تھے اسی کے تحت انہوں نے بے شمار نظمیں کہیں۔ مگر ان کے اندر کا شاعر غزل کہے بنا نہ رہ سکا۔ اگرچہ ان کی غزل کا معیار نظم سے کم نہیں ہے۔ رحمت یوسف زئی ان کی غزلوں کو ان کی شاعری کا بہترین حصّہ قرار دیتے ہیں جو انہوں نے اپنے مختلف فن پاروں میں شامل کی ہیں۔ ان کا شعری اظہار منفرد بھی ہے اور ان کے نظریات کی نفی بھی نہیں کرتا۔ غزل شاعری کی سب سے نیچرل فارم ہے۔ نمونہ کلام دیکھیں تو "ایک خواب اور" کے عنوان سے نظم اپنے آپ کو چیخ چیخ کر غزل کہہ رہی ہے۔

آہ پتھر کی لکیریں ہیں کہ یادوں کے نقوش
کوہ لکھ سکتا ہے پھر عمر گزشتہ کی کتاب
بیتے لمحات کے سوتے ہوئے طوفان میں
تیرتے پھرتے ہیں پھوٹی ہوئی آنکھوں کے حساب[3]

نمونہ غزل

نئے زمان ومکان انقلاب زندہ باد
حیات اب ہے سبک سر و آسماں پرواز
قدم ہیں نغمہ گر د نغمہ ریز د نغمہ نشاں
نئی ہے عمرِ رواں انقلاب زندہ باد
کہاں کا بارِ گراں انقلاب زندہ باد
زمین ہے رقصِ کناں انقلاب زندہ باد[4]

عبدالاحد سازؔ کا مقالہ بعنوان "سردار جعفری کی نظم نئے ہم عصر شعراء کی نظر میں" کتاب کے دوسرے حصّے میں شامل ہے۔ شاعر خلاء میں شاعری نہیں کرتا وہ نظم لکھے یا غزل اس کے نظریات وخیالات کے ہی تابع ہوتی ہے۔ سردار جعفری کی نظمیں

ان کے انقلابی نظریات کو جوش شعر عطا کرتی ہے۔ اور وہ اثر آفرینی کی حامل ہیں، اور یہ خیال آفرینی اس دور کے تمام شعرا کے ہاں موجود ہے۔ ترقی پسند تحریک کے تمام شعرا کے ہاں ایک ہی طرح کے خیالات ملتے ہیں۔ کتاب کے دوسرے حصّے میں سردار جعفری پر مختلف ناقدین کے مضامین شامل کیے گئے ہیں ان میں پہلا مضمون سیّد سجاد ظہیر کی کتاب دوشنائی سے ماخوذ ہے، جو سردار جعفری کی شاعری کے پسِ منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا مضمون احتشام حسین کی کتاب "تنقید اور عملی تنقید" سے اخذ شدہ ہے۔ احتشام حسین لکھتے ہیں:

"ان کا شعور رومان سے انقلاب تک کی منزل طے کرنے میں کسی وقت بھی روح عصر سے الگ نہیں ہوا اور بے مقصد رومان پرستی کا شکار نہیں ہوا۔ جس چیز نے ان کو بچایا وہ ان کا مارکسزم کا مطالعہ، اس پر یقین اور اسی کی روشنی میں طبقاتی جدّوجہد میں محنت کش عوام کے ساتھ ہو کر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو نیا شعور بخشنے کی کوشش کی تھی۔"[5]

علی سردار جعفری کی شاعری

تیسرا مقالہ پروفیسر وارث علوی کا تحریر کردہ بعنوان "علی سردار جعفری کی شاعری" شاملِ کتاب ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے علی سردار جعفری کی کتب کے حوالے سے عہد بہ عہد ارتقائی منازل کو بیان کیا ہے۔ اور ان کی انقلابی سوچ ان کی زندگی میں غالب تھی۔

سرکشی پھر میں تجھے آج صدا دیتا ہوں
میں ترا شاعر آوارہ و بے باک و خراب[6]

کتاب میں شامل ایک اور مضمون ڈاکٹر وحید اختر نے "سردار جعفری۔۔۔خواب اور شکست خواب" کے نام سے تحریر کیا ہے۔ خواب دیکھنا اور ان کا ٹوٹنا ہر دور کا مقدر رہا ہے۔ علی سردار جعفری کی خوابوں کی بنت اور پسِ منظر کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ پروفیسر سید محمد عقیل کا مقالہ "نئی دنیا کو سلام۔۔۔۔۔ایک تجزیاتی مطالعہ" علی سردار جعفری کی 1945-46 میں آنے والے شعری مجموعے سے متعلق ہے۔ یہ ایک طویل تمثیلی نظم ہے۔ سردار جعفری اپنی شاعری کے لیے خود کہتے تھے کہ میں شاعری اس لیے کرتا ہوں

تاکہ ہو آسان پیکارِ حیات
کر رہا ہوں فاش اسرارِ حیات[7]

سید محمد عقیل شاعر کے تمام سیاسی اور سماجی شعور کے مطالعے کے ساتھ ساتھ اس تاریخ کا مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں، جہاں حالات ہر طرح سے کروٹ لے رہے تھے اور ہر چیز نئے حالات اور نئی دنیا سے روشناس ہونے والی تھی۔ نئی دنیا کو سلام یہ صرف تمثیل ہی نہیں ہے بلکہ لوگوں کو ایک طرح کے انقلاب سے گزرنے کے لیے بھی تیار کرتی ہے اور قربانی کے لیے بھی آمادہ کرتی ہے۔

عہد عزم و پیکار کی یادگار

صدیق الرحمٰن قدوائی کا مقالہ "عہد عزم و پیکار کی یادگار" بھی کتاب کا حصّہ ہے اس میں انہوں نے علی سردار جعفری کی شخصیت اور شاعری کا مختلف حوالوں سے جائزہ پیش کیا ہے۔ وہ اشتراکیت کے قائل تھے اور یہ صرف سیاسی نظریہ نہیں ہے بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ مریم اور جاوید کی طویل نظم ایک استعارہ کے طور پر سامنے آتی ہے، لکھنؤ کی پانچ راتیں ان کی یادداشتیں ہیں جو انہوں نے خوبصورتی سے نثر میں پیش کی ہیں۔ صدیق الرحمٰن قدوائی ان کی تخلیقات اور ان کے پسِ منظر کو اختصار سے بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ خراجِ عقیدت و استحسان بھی پیش کرتے ہیں:

کس سے ممکن ہے تمناؤں کے زخموں کا حساب
آستینوں کو پکاریں گے کہاں تک آنسو[8]

نمونہ کلام

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا[9]

ساحر

وہ تیغ مل گئی جس سے ہو اصل مرا
کسی کے ہاتھ کا اُس پر نشاں نہیں ملتا[10]

کیفی اعظمی

کوئی مسیحانہ ایفائے عہد کو پہنچا
میں سوچتا تھا وطن جا کے پڑا رہوں گا کبھی
بہت تلاش پس قتل عام ہوتی رہی
مگر حصار میں وہ گھر بھی جل گیا ہے میاں[11]

جاں نثار اختر

اے وطن، خاک وطن! وہ بھی تجھے دے دیں گے
بچ گیا جو لہو اب کے فسادات کے بعد[12]

سردار جعفری

جدید شاعری اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ اپنے اثرات بکھیر رہی ہے۔

سردار جعفری اور ترقی پسندی

"سردار جعفری اور ترقی پسندی" ڈاکٹر علی احمد فاطمی کا مقالہ ان کے ترقی پسند نظریات پر روشنی ڈالتا ہے۔ سردار جعفری کی شخصیت جن پرتوں کی تہہ در تہہ سے وجود میں آئی تھی۔ علی احمد نے ان پرتوں کو اس مقالے میں ترتیب سے کھولا ہے اور ترقی

پسند ہونے کی بنیادی وجہ ان کے گھرانے کا شیعہ فرقے سے تعلق رکھنا ہے۔ جہاں حق کے باطل سے ٹکرا کر پاش پاش ہونے کی واردات کو بار بار دہرایا جاتا تھا۔ یوں زندگی میں مظلوم کا ساتھ دینا ان کا معمول بن گیا۔ مزید علی احمد فاطمی نے ان کی دو تخلیقات کو بھی پسِ منظر میں ڈسکس کیا ہے۔ ایک "ترقی پسند ادب،" اور "پیغمبرانِ سُخن"

پیغمبرانِ سُخن

پیغمبرانِ سُخن میں ان کے لکھے ہوئے تین مقدمات کو جمع کر کے کتابی شکل دی گئی ہے۔ جبکہ "ترقی پسند ادب" میں سردار کالب و لہجہ، مزاج، نظریہ مختلف ہے۔ دونوں کتابیں مماثلت کے باوجود مختلف ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول بھی ہوئی اور اس پر اُسی قدر تنقید بھی ہوئی۔ "سردار جعفری اور ان کی تین نظمیں ایشیا جاگ اٹھا۔۔۔۔۔۔۔کون دشمن ہے؟۔۔۔۔۔۔۔صبح فردا" محمد حسین پرکار کا مقالہ ہے، یہ تین نظمیں علی سردار جعفری کی ان کے تمام کلام پر بھاری ہیں۔ محمد حسین نے ان نظموں کی اثر پذیری، پسِ منظر اور فنی محاسن و معائب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سردار جعفری کی آزاد نظم نگاری پر راشد آزر کا مقالہ اہمیت کا حامل ہے۔ معزہ ابراہیم قاضی جو عبدالستار دلوی کی صاحبزادی ہیں ان کا مقالہ سردار جعفری کی شاعری میں عصری شعور یہ ثابت کرتا ہے کہ سردار کی شاعری کسی ایک طبقے کے لیے نہیں تھی بلکہ وہ ہر پسے ہوئے شخص اور قوم کے لیے ہر دور میں رہنمائی کا باعث ہے۔ ان کے نظریات کی شاعری بھرپُور اثر پذیری کے ساتھ ہر دور میں پڑھنے والے میں جوش و جذبہ بیدار کرتی ہے۔

تیسرے حصّے کا ابتدائیہ

کتاب کے تیسرے حصّے کا ابتدائیہ عبدالستار نے تحریر کیا ہے۔ علی سردار جعفری ایک کثیر الجہات شخصیت ہیں شاعری کے ساتھ ساتھ انہوں نے نثر بھی لکھی نثر میں ان کی کتاب بعنوان "لکھنؤ کی پانچ راتیں" بے حد مقبول ہوئی۔ اس کے علاوہ "ترقی پسند ادب"، اقبال شناسی" اور بہت سے عالمانہ مضامین ان کے علمی و ادبی رتبے کی دلیل ہیں۔ مگر ان کا مزاج شاعری سے زیادہ ہم آہنگ تھا اس لیے وہ ڈرامہ نگاری، افسانہ نگاری، مکالمہ نگاری، مکتوب نگاری اور صحافت میں نمایاں مقام حاصل نہ کر سکے۔ حالانکہ ان کی کتب تنقید کے ساتھ ساتھ بہترین تخلیقی نثر کی مثالیں ہیں۔ علمی اردو ڈھب کی عبقری شخصیت تھے۔ جو مختلف ادبی، علمی فلسفیانہ اور تعلیمی موضوعات پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ کتاب کے اس حصّے میں شارب دلوی کا مضمون "علی سردار جعفری اور نقدِ شعر" ان کی شعر فہمی میں ان کے فکر و شعور کا ثبوت ہے۔ وہ بحیثیت نقاد پیغمبران سخن میں لکھتے ہیں:

> " یہ بات شاید پرانے تاریخ نگاروں کو معلوم نہیں تھی کہ تاریخ محض واقعہ نگاری نہیں بلکہ سماجی اور معاشی رشتوں کی تبدیلی کی داستان بھی ہے اور فکر و شعور کا سفر بھی۔"[13]

مختلف شاعروں مثلاً میر، میر و غالب، کے فکری شعور پر زور دیتے ہیں جو نسلوں تک اثر پذیری کی قوت رکھتا ہے۔ اور اثر پذیری کی طاقت جو ان کے کلام میں موجود ہے۔ اُسے علی سردار جعفری وحدت الوجود کے نظریے کے تحت انا الحق تو نہیں کہتا مگر انہیں پیغمبران سخن کا درجہ ضرور دیتا ہے جو اس کی آفاقی سوچ کا نتیجہ ہے۔

محرم پیغمبران سخن

پروفیسر نقی حسین جعفری اپنے مضمون "محرم پیغمبران سخن" میں بھی ان کی اسی علمی و ادبی فلسفیانہ سوچ کو بیانکرتے ہیں کہ جاننے کا عمل اور پہچاننے کا عمل انسان کے باطنی شعور کو اجاگر کرتا ہے۔ اور پیغمبران سخن کا درجہ عطا کرنا انہیں کی باطنی اپج ہے۔ جو بزرگانِ دین سے محبت کی دین ہے۔ اور اسی دین سے انہوں نے نقد شعر کی نئی بنیاد رکھی۔ "علی سردار جعفری کی ادبی صحافت" پروفیسر محمد انوارالدین کا لکھا ہوا مقالہ شاملِ کتاب ہے اس میں اُن رسائل و اخبارات کا ذکر کیا گیا ہے جو علی سردار جعفری مختلف وقتوں میں ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر ایسا ادب شائع کرتے رہے جو اُن کے نظریات کے پھیلاؤ کے لیے ضروری تھا۔ ان میں "گفتگو"، "نیا زمانہ"، "قومی جنگ" انہوں نے ترقی پسند ادب نمبر بھی نکالا۔ بحیثیت ادیب و صحافی علی سردار جعفری کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

لکھنؤ کی پانچ راتیں

"لکھنؤ کی پانچ راتیں" ایک مطالعہ " یہ ڈاکٹر فاطمہ کا تحریر کردہ مقالہ ہے جو کتاب کے تیسرے حصّے میں شامل ہے۔ اپنی اس کتاب کے آغاز میں علی سردار جعفری خود لکھتے ہیں: "یہ اس افسانے کے چند ٹکڑے ہیں جسے زندگی کہتے ہیں۔" فاطمہ نے علی سردار جعفری کی شخصت کی بنیت میں اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں۔ بچپن، لڑکپن، جوانی، تربیت محبت، بغاوت جیسے بہت سے عنوانات کے تحت جو یادیں بیان کی گئی ہیں۔ اُن سے ہی علی سردار جعفری کی شخصیت معرضِ وجود میں آتی ہے۔ اور اس طرح سے واقعات کی کڑیوں کو باہم ملا کر زندگی کی ڈور کو مکمل کیا گیا ہے۔ لکھنؤ کی پانچ راتوں سے ایک اقتباس درج ہے: "مجھے اس سوال نے کبھی پریشان نہیں کیا کہ یہ دنیا کیوں ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ لیکن اس سوال نے بے چین رکھا کہ یہ دنیا ایسی کیوں ہے؟"[14] یہ اقتباس ان کی شخصیت کی پرتیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ سردار کی نثر سلاست کے ادبیت کا بہترین نمونہ قرار دی جاتی ہے۔ ان کی تنقیدی تحریریں بھی بہترین ادب قرار پاتی ہیں۔

مکاتیب علی سردار جعفری

"مکاتیب علی سردار جعفری" محمد ایوب واقف نے ان کے خطوط کو جمع کیا اور اس دوران علی سردار جعفری سے بھی رابطے میں رہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو خطوط کا بغور مطالعہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ خطوط بناوٹ سے پاک سادہ سلیس اور محبت بھری زبان میں لکھے گئے ہیں۔ صفائی، برجستگی، بے تکلفی اور شگفتگی اور شرینی ان خطوط کی اساس ہیں۔ اور یہ بجا طور پر اردو ادب میں بڑے سرمائے سے کم نہیں ہے۔ اور محمد ایوب صاحب مزید خطوط کی جمع آوری میں بھی مصروف ہیں۔ یہ مقالہ ان کے مختلف اکابر شخصیات کے ساتھ ان کے تعلقات کے اخلاص کا منہ بولتا ثبوت بھی ہیں۔

پریم وانی

علی سردار جعفری کے مرتبہ دواوین ڈاکٹر صاحب علی "پریم وانی" کا لکھا ہوا مقالہ ہے۔ اس میں "دیوانِ غالب، دیوانِ میر، اور دیوانِ کبیر" جنہیں علی نے مرتب کیا شامل کیے گئے ہیں۔ علی سردار جعفری ان بڑے شعراء کے کلام کو اس لیے مرتب کیا کہ اُردو ہندی تنازعات کو کم کیا جاسکے۔ اور ان شعراء کے کلام کی آفاقیت کو لوگوں کے سامنے تنگ نظری کے پردے اتار کر پیش کیا جاسکے تاکہ لوگ ان کے مقام و مرتبے سے آگاہ ہو سکیں۔

علی سردار جعفری کی منزل، تعارف و تجزیہ

ڈاکٹر معین الدین جینابڑنے نے اپنے مضمون میں "علی سردار جعفری کی منزل، تعارف و تجزیہ" پیش کیا ہے۔اوران کی شخصیت کی مختلف جہات سے پردہ اٹھایا ہے۔ڈاکٹر ارتضیٰ کریم جو آج کل دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے صدر ہیں انہوں نے "سردار جعفری کے افسانے" پر مقالہ لکھا ہے۔اور مختلف افسانوں میں ان کے محسوسات کو باریک نظری سے جزیات سے اخذ کر کے نظریات کی صورت میں پیش کیا ہے۔

ڈراما اور علی سردار جعفری ڈرامہ نگاری

اکرام بریلوی کے مضمون "ڈراما اور علی سردار جعفری ڈرامہ نگاری" اگرچہ علی سردار جعفری ہمہ جہت شخصیت ہونے کی وجہ سے ادب کی تمام اصناف پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ طبع آزمائی بھی کی مگر ڈرامہ نگاری ان کی شخصیت کا ایک پہلو ٹھہرا ان کی شخصیت نہیں اور اس سنگِ میل پر ٹھہر کر وہ اپنے نظریات کے مشن کو طے کرکے آگے بڑھ گئے۔ حرفِ آخر:اجودھیایہ مضمون خود علی سردار جعفری کا اپنی نظم اجودھیا کے بارے میں ہے۔لوگوں کی مخالفت پر اپنے نظریے کا دفاع کرتے ہیں کہ یہ نظم دراصل ایک استعارہ ہے۔ جس میں پہلا شعر یوں ہے:

کاربد اوروں کا ہے دِل ہیں ہمارے شرمسار
ساحل سرجو یہ ٹوٹا ہے جو بھارت کا بھرم [15]

آگے لکھتے ہیں:

"خاک وخوں میں مل گئی ہندوستان کی آبرو"

جس کی وجہ سے اب سرجو ندی کا نام دریائے غم ہو جائے گا۔اور ہندوستانی اقدار کے قتل پر افسوس کرتے ہیں اور وضاحت میں دلائل پیش کرتے ہیں۔کتاب کے آخر میں ضمیمہ ہے جس میں علی سردار جعفری کی دو نایاب تقاریر شامل ہیں:

1۔ فکرِ اقبال۔۔۔۔۔بمقام پونے

2۔ اردو شاعری کا انقلابی مزاج۔۔۔۔۔بمقام بمبئی

خلاصۂ بحث

آخر میں مقالہ نگاروں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔بلاشبہ یہ عبدالستار دلوی کی ایک بہترین کاوش ہے۔سادہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے مواد کی فراہمی جیسی مشکلات سے گزرتے ہوئے انہوں نے علی سردار جعفری کی شخصیت کے ہر پہلو کو محققانہ انداز میں مختلف محققین کے مقالہ جات کے ذریعے پیش کیا ہے۔کہ یہ کتاب کہیں پیرو مرشد کی باہمی محبت نہ بن کر رہ جائے بلکہ سچ کو جھوٹ سے الگ کر کے پیش کرنے کی بہترین سعی ہے۔

References

[1] Abd al-Sattār Dalvī, ed. Ali Sardar Jafrī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb* (Pune: Hājī Ghulām Muhammad 'Azam Education Trust, 2002), 7.
[2] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 272.
[3] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 279.
[4] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 281.

[5] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 171.
[6] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 367.
[7] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 206.
[8] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 232.
[9] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 285.
[10] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 286.
[11] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 286.
[12] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 286.
[13] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 14.
[14] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 24.
[15] Dalvī, *Shaks, Shā'ir aur Adeeb*, 491.